قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 27 اپریل 2021ء | 14رمضان 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:100

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ

(النحل: 129)

یقیناً اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو احسان کرنے والے ہیں۔

فرمانِ خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

قرآنِ شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیز گاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔‘‘ (ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 342)

پس یہ تقویٰ ہی وہ بنیادی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کا قرب دلاتی ہے۔ اس آیت میں جو میں نے تلاوت کی جیسا کہ سب نے سن لیا اور ترجمہ بھی میں نے بیان کر دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا (النحل: 129) یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، پہلی بات یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے اُن راستوں کو اختیار کیا جو تقویٰ پر لے جانے والے راستے ہیں۔ پس اس بات سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ دنیا میں دو طرح کے انسان ہیں، ایک وہ جو تقویٰ پر چلنے والے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اعمالِ صالحہ بجالانے والے ہیں اور ہر نیکی یا ہر اچھے عمل کو کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں، تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ دوسرے وہ لوگ جو گو بعض اچھی باتیں اور نیک کام کر لیتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ اُن کے سامنے نہیں ہوتا، یا وہ ہر کام کرتے وقت اس بات کو نہیں سوچتے کہ خدا تعالیٰ ہر وقت ہماری نگرانی فرما رہا ہے، ہمیں دیکھ رہا ہے۔

اس دوسری قسم میں وہ لوگ بھی ہیں جو خدا تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں یا کم از کم اتنا مانتے ہیں کہ ایک خدا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن کوئی کام کرتے ہوئے، کوئی عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا اُن لوگوں کے پیشِ نظر نہیں ہوتی۔ کوئی نیک کام بھی کر رہے ہوں تو یہ مقصد نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔

اور دوسرے وہ جو سرے سے خدا تعالیٰ پر یقین ہی نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نہیں ہوتا۔ میں اُن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہوں جو پہلی قسم کے لوگ ہیں جو تقویٰ پر چلنے والے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت تقویٰ پر نہ چلنے والوں کو بھی بعض چیزوں سے، بعض نعمتوں سے اتنا ہی نواز رہی ہوتی ہے جتنا ایک متقی کو لیکن یہ صرف دنیاوی چیزوں میں حصہ ہے۔ مثلاً سورج کی روشنی ہے، ہوا ہے۔ ان چیزوں سے ایک مومن متقی بھی اُتنا ہی فیض پا رہا ہوتا ہے جتنا ایک دہریہ۔ یا دنیاوی چیزیں ہیں مثلاً سائنس میں ترقی سے یا جو نئی دنیاوی تعلیم ہے، تجربات ہیں، نئی ایجادات ہیں، اُن کے لئے دماغ لڑانے کے بعد اُن سے حاصل شدہ نتائج سے ایک دہریہ بھی محنت کا اُتنا ہی پھل لے گا جتنا کہ ایک متقی اور پرہیز گار۔ زمین کی کاشت کرنے میں مثلاً ایک زمیندار کی جو محنت ہے، اس سے ایک دہریہ بھی فائدہ اُٹھاتا ہے اور متقی بھی۔

(خطبہ جمعہ 3/ فروری 2012ء)

اس شمارہ میں

- عاشق تو وہ ہے جو کہ کہے اور سنے تری (منظوم)
- رمضان کی خاص برکات
- حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقفین نو کی کلاس
- اٹلی کا پیسا مینار اور نامور سائنس دان گلیلیو

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوھریرہؓ کی والدہ کا قبول اسلام

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں اور مَیں انہیں دعوت اسلام دیا کرتا تھا۔ جب ایک دن میں نے انہیں پیغام حق پہنچایا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بعض ایسی باتیں کیں جو مجھے ناگوار گزریں تو مَیں روتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مَیں اپنی والدہ کو دعوت اسلام دیا کرتا تھا اور وہ انکار کر دیتی تھیں۔ اور آج جب میں نے انہیں یہ دعوت دی تو انہوں نے آپؐ کے بارہ میں مجھے ایسی باتیں سنائیں جو مجھے ناپسند ہیں۔ آپؐ دعا کریں کہ اللہ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دیدے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: ’’اَللّٰھُمَّ اھۡدِ أمّ أَبِی ھُرَیۡرَۃَ‘‘ کہ اے اللہ تو ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دیدے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی وجہ سے خوش خوش گھر کے لئے نکلا اور جب گھر کے دروازہ کے پاس پہنچا تو وہ بند تھا اور میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر کہا کہ اے ابوہریرہ! وہیں ٹھہرو۔ اسی اثناء میں مَیں نے پانی گرنے کی آواز سنی۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے غسل کیا، کپڑے بدلے اور دوپٹہ اوڑھ کر دروازہ کھولا اور کہا: اے ابوہریرہ!

اَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خوشی سے روتے ہوئے حاضر ہوا۔ اور عرض کی: مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سن لی ہے اور ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دیدی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: اچھا ہوا ہے۔ تب میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپؐ اللہ سے یہ دعا بھی کریں کہ وہ مجھے اور میری ماں کو مؤمنین کا محبوب بنادے اور وہ ہمیں محبوب ہوں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: کہ اے اللہ! تُو اپنے اس بندہ ابوہریرہ اور اس کی ماں کو مومنوں کا اور مؤمنین کو ان کا محبوب بنادے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جس مومن نے مجھے دیکھا بھی نہیں، بس میرے بارے میں سنا ہے، وہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب فضائل صحابہ۔ باب من فضائل ابی ہریرہ…)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

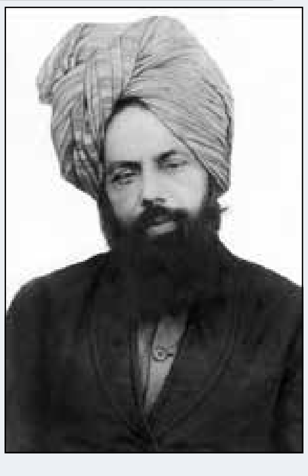

نشانات کس سے صادر ہوتے ہیں؟

’’نشانات کس سے صادر ہوتے ہیں۔ جس کے اعمال بجائے خود خوارق کے درجہ تک پہنچ جائیں۔ مثلاً ایک شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرتا ہے۔ وہ ایسی وفاداری کرے کہ اُس کی وفا خارق عادت ہو جاوے۔ اُس کی محبت اُس کی عبادت خارق عادت ہو۔ ہر شخص ایثار کرسکتا ہے اور کرتا بھی ہے، لیکن اس کا ایثار خارق عادت ہو۔ غرض اس کے اخلاق، عبادات اور سب تعلقات جو خدا تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے اپنے اندر ایک خارق عادت نمونہ پیدا کریں۔ تو چونکہ خارق عادت کا جواب خارق عادت ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر نشانات ظاہر کرنے لگتا ہے۔ پس جو چاہتا ہے کہ اس سے نشانات کا صدور ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے اعمال کو اس درجہ تک پہنچائے کہ ان میں خارق عادت نتائج کے جذب کی قوت پیدا ہونے لگے۔

انبیاء علیہم السلام میں یہی ایک نرالی بات ہوتی ہے کہ ان کا تعلق اندرونی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا شدید ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کا ہرگز نہیں ہوتا۔ ان کی عبودیت ایسا رشتہ دکھاتی ہے کہ کسی اَور کی عبودیت نہیں دکھا سکتی۔ پس اس کے مقابلہ میں ربوبیت اپنی تجلّی

بقیہ صفحہ 3 پر

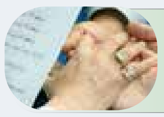

دربارِ خلافت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی کتاب ’’اَلْھُدیٰ‘‘ میں بادشاہوں اور مختلف طبقوں کو مخاطب کر کے توجہ دلائی ہے…

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

فرمایا ’’… کیا تم خیال کرتے ہو کہ وہ اسلام کی حدوں کو کفار سے بچا سکیں گے؟…… کیا تم گمان کرتے ہو کہ وہ اسلام کی پناہ میں ہیں۔ سبحان اللہ بڑی بھاری غلطی ہے بلکہ وہ تو بدعتوں سے دین خیرالانام کی بیخ کنی کرتے ہیں۔ تمہارا اختیار ہے کہ تم ان کی نسبت نیک گمان کرو اور بدکرداریوں سے اُن کی بریت ثابت کرو۔ لیکن کن علامتوں سے تم ایسا دعویٰ کرو گے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ حرمین شریفین کے خادم اور محافظ ہیں۔ ایسا نہیں بلکہ حرم انہیں بچا رہا ہے اس لئے کہ وہ اسلام اور رسول خدا کی محبت کے مدعی ہیں‘‘۔ (دعویٰ تو اُن کا ہے کہ ہم اسلام سے محبت کرنے والے ہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے ہیں، اس لئے وہ حرمین شریفین کی حفاظت نہیں کر رہے بلکہ وہ اُن کو بچا رہا ہے) ’’اور اگر وہ سچی توبہ نہ کریں تو سزا سر پر کھڑی ہے۔ سو تم میں کوئی ہے جو انہیں بُرے دنوں سے ڈرائے۔ تم دیکھتے نہیں کہ اسلام بیداد گر زمانہ کے ہاتھوں سے چُور ہو گیا ہے اور موسلا دھار مینہ کی طرح فتنے اس پر برس رہے ہیں۔ اور دشمنوں کی فوجیں شکاری کی طرح اس کے پھانسنے کو آمادہ ہیں۔ اور اب ایسی کوئی بات نہیں جو دِلوں کو خوش کرے اور دُکھوں کو دور کرے۔ اور مسلمان جنگل کے پیاسے یا اُس مریض کی طرح ہیں جو سانس توڑ رہا ہو…‘‘۔

فرمایا ’’… بعض لوگ تو مسلمانوں پر ہنسی اُڑاتے گزر جاتے ہیں اور بعض روتے ہوئے ان کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور تم دیکھتے ہو کہ دل سخت ہو گئے ہیں اور گناہ بڑھ گئے ہیں۔ اور سینے تنگ ہو گئے اور عقلیں تیرہ و تار ہو گئیں اور غفلت اور سُستی اور عصیان کی ترقی اور جہالت اور گمراہی اور فساد کا غلبہ ہو گیا ہے اور تقویٰ کا نام و نشان نہیں رہا۔ اور دِلوں میں وہ نور جس سے ایمان کو قوت ہو نہیں رہا اور آنکھیں اور زبانیں اور کان پلید ہو گئے ہیں اور اعتقاد بگڑ گئے اور سمجھیں چھینی گئیں اور نادانیاں ظاہر ہو گئی ہیں اور عبادت میں نمود اور زہد میں خود بینی داخل ہو گئی ہے۔…… سعادت کے نشان مٹ گئے ہیں اور محبت اور اتفاق جاتا رہا اور بغض اور پھوٹ پیدا ہو گئی ہے اور کوئی گناہ اور جہالت نہیں جو مسلمانوں میں نہیں اور کوئی ظلم اور گمراہی نہیں جو ان کی عورتوں اور مردوں اور بچوں میں نہیں۔ خصوصاً ان کے امیروں نے راہ حق کو چھوڑ دیا ہے…‘‘۔

اور جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا سب کچھ چھوڑنے کے باوجود علماء نے ان کو اس طرح بگاڑ دیا ہے کہ عوام بھی احمدیت کی مخالفت میں آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ گزشتہ دنوں مَیں ایک مشنری کی رپورٹ میں دیکھ رہا تھا، اُن کا ایک عیسائی دوست ہے جو اُن کے پاس ہندوستان میں اپنے کسی مسلمان واقف کار کے ہاں آیا۔ اس کو پتہ تھا کہ وہ مسلمان شراب پیتا ہے۔ تو کہتا ہے مَیں نے جان کر اسے سنانے کے لئے کہا، باتوں باتوں میں اسے بتایا کہ بعض احمدی بھی میرے دوست ہیں۔ اور وہ مسلمان اس وقت اُس کے سامنے بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ وہ کہتا ہے احمدی تو مسلمان ہی نہیں ہیں۔ تم کیا باتیں کر رہے ہو۔ کہتا ہے مَیں نے اسے کہا کہ قرآنِ کریم میں شراب کی حرمت ہے، احمدی شراب نہیں پیتے، اس کے باوجود وہ مسلمان نہیں۔ احمدی نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس کے باوجود تمہارے مطابق وہ مسلمان نہیں۔ وہ کہتا ہے احمدی (جن کو مَیں نے دیکھا ہے) قرآنِ کریم کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن تم کہتے ہو کہ وہ مسلمان نہیں اور تم باوجود اس کے کہ ابھی میرے سامنے شراب پی رہے ہو اور قرآنِ کریم کی تعلیم کی خلاف ورزی کر رہے ہو، تم مسلمان ہو۔ تو کہتا ہے پہلے سنتا رہا اور بولا کچھ نہیں۔ خاموش ہو گیا لیکن شراب کا گلاس بھی ہاتھ میں ہی تھا۔ تو پھر مَیں نے اس کو کہا (یہ عیسائی تھا) کہ پریشان نہ ہو یہ تو ایسے ہی بات سے بات نکل آئی تھی مَیں نے کر دی۔ تم یہ شراب پی رہے ہو بیشک پیتے رہو۔ اس نے بغیر کسی انتظار کے فوراً دوبارہ پینی شروع کر دی۔ تو یہ مسلمانوں کی حالت ہے۔ لیکن احمدی (ان کے نزدیک) مسلمان نہیں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’… نشان ظاہر ہوئے پر انہوں نے قبول نہ کیا۔ سو خدا کا غضب اُترا۔ اور جب انہوں نے عذاب دیکھا کہنے لگے کہ تیرے وجود کو ہم نجس سمجھتے ہیں‘‘ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود کو گندہ سمجھتے ہیں) ’’اور یہ

بقیہ صفحہ 4 پر

عاشق تو وہ ہے جو کہ کہے اور سنے تری

عاشق تو وہ ہے جو کہ کہے اور سنے تری
دنیا سے آنکھ پھیر کے مرضی کرے تری

جو کام تجھ سے لینا تھا وہ کام لے چکے
پرواہ رہ گئی ہے یہاں اب کسے تری

امیدِ کامیابی وشغلِ سرود و رقص
یہ بیل چڑھ سکے گی نہ ہرگز منڈھے تری

ہو روحِ عشق تیری مرے دل میں جاگزیں
تصویر میری آنکھ میں آکر بسے تری

مٹ جائے میرا نام تو اس میں حرج نہیں
قائم جہاں میں عزت و شوکت رہے تری

میداں میں شیرنر کی طرح لڑ کے جان دے
گردن کبھی نہ غیر کے آگے جھکے تری

دل مانگ، جاں مانگ کسے عذر ہے یہاں
منظور ہے ہمیشہ سے خاطر مجھے تری

نکلے گی وصل کی کوئی صورت کبھی ضرور
چاہت تجھے مری ہے تو چاہت مجھے تری

یکتا ہے تُو، تو میں بھی ہوں اک منفرد وجود
میرے سوا ہے آج محبت کسے تری

کلام محمود صفحہ 202

تبرکات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے رضی اللہ عنہ

رمضان کی خاص برکات

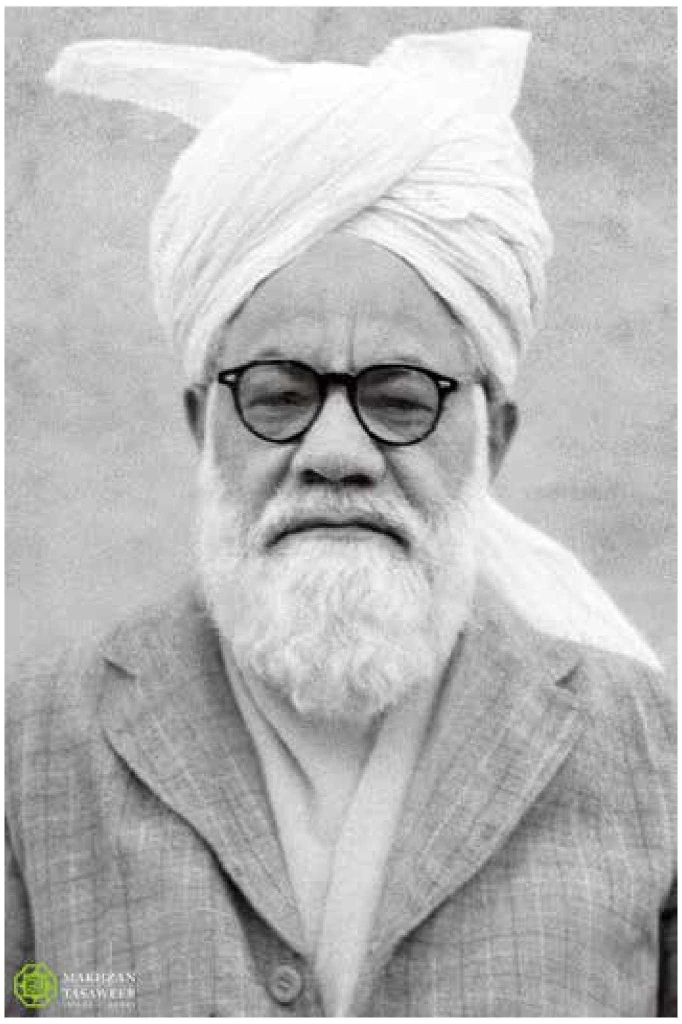

رمضان کا مہینہ چند دنوں میں شروع ہونے والا ہے۔ یہ ایک بہت ہی مبارک مہینہ ہے جس میں کئی قسم کی برکات اور اصلاحِ نفس اور روحانی تربیت اور ترقی کے مواقع رکھے گئے ہیں۔ یہ برکات مختصر طور پر حسبِ ذیل ہیں:

(1) نماز جو سب عبادتوں سے مسلّمہ طور پر افضل ہے وہ رمضان کے مہینہ میں تہجد اور تراویح اور نوافل کے ذریعہ کئی درجہ وسیع تر اور ارفع تر ہو جاتی ہے۔ اس طرح رمضان کا مہینہ گویا عروسِ صلوٰۃ کے سنگھار کا زمانہ ہے جب کہ یہ اپنے آرائشِ جمال اور زیب و زینت کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔

(2) پھر خود روزہ یعنی سحری سے لے کر غروبِ آفتاب تک خدا کے لئے بھوک اور پیاس اور ازدواجی تعلقات سے اجتناب کرنا اپنے اندر غیر معمولی برکات اور تربیتِ نفس کا سامان رکھتا اور قربانی کا سبق سکھاتا ہے اور اس مہینہ میں اپنے غریب اور نادار بھائیوں کی غربت اور تکلیف کا احساس پیدا کرنے کا لطیف ذریعہ بھی موجود ہے۔

(3) پھر دعا جو دراصل نماز کا اندرونی مغز اور خالق و مخلوق کے باہمی رشتہ کی سب سے بڑی کڑی ہے اس کا بھی رمضان کے مہینہ میں غیر معمولی موقع میسر آتا ہے۔ کیونکہ یہ مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا خاص مہینہ ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ میں اس مہینہ میں اپنے بندوں کے زیادہ قریب ہو جاتا ہوں۔ جو ہستی پہلے ہی انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اس کے مزید قریب ہونے کی شان کا کیا کہنا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ جو دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر درود بھیجنے سے خالی ہے وہ کوئی دعا نہیں۔ جو دعا اسلام اور احمدیت کی ترقی کی تمنا سے خالی ہے وہ کوئی دعا نہیں۔ جو دعا اپنی اولاد اور اپنے اہل و عیال کو نیکی کے رستہ پر قدم زن ہونے کی آرزو سے خالی ہے وہ کوئی دعا نہیں۔ بے شک خدا سے اپنے لئے اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کے لئے ہر نعمت مانگو حتیٰ کہ اگر تمہاری جوتی کا تسمہ ٹوٹتا ہے تو وہ بھی خدا سے مانگو مگر یہ تین دعائیں کبھی نہ بھولو کیونکہ یہ دعائیں مسلمانوں کی قومی زندگی اور اسلام کے احیاء اور نشأۃ ثانیہ کی جان ہیں۔

(4) پھر ایک برکت رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید کی تلاوت کی زیادہ توفیق ملنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یوں تو ہر سچا مسلمان قرآن مجید پڑھتا ہے مگر رمضان میں اس کی شان بالکل نرالا رنگ اختیار کر لیتی ہے کیونکہ اس مہینہ میں گویا ہر گھر اور ہر در سے تلاوت کی آواز گونجتی ہے۔ قرآن وہ عظیم الشان خزانہ ہے جس کے متعلق ہمارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس محبت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

پس دوست اس کعبہ کو بھی نہ بھولیں۔

(5) پھر ایک برکت رمضان کے مہینہ کی صدقہ و خیرات کی کثرت ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو اپنی مشکلات سے نجات پانے کے لئے اور اپنے کمزور بھائیوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے صدقہ اور امدادِ غرباء کی بے حد تاکید فرمائی ہے اور رمضان کے متعلق تو خصوصیت سے حدیث میں آتا ہے کہ رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ صدقہ و خیرات میں اس طرح چلتا تھا کہ گویا وہ ایک تیز آندھی ہے جو کسی روک کو خیال میں نہیں لاتی۔

یہ وہ پانچ عظیم الشان برکتیں ہیں جو رمضان کے مہینہ کے ساتھ خاص ہیں اور ہمارے سب بھائیوں اور بہنوں کو ان پانچوں برکتوں سے رمضان میں پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ ہمارا دین اور ہماری جماعت اور ہمارے افراد کی ترقی سے اسلام کو استحکام حاصل ہو اور محمدیوں کا قدم ایک بلند مینار پر قائم ہو جائے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ رمضان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جوں جوں رمضان کا مہینہ گزرتا ہے اس کی برکتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے کیونکہ مومنوں کی مخلصانہ عبادتوں اور دعاؤں اور صدقہ و خیرات کی کثرت کے ذریعہ خدا گویا زمین کی طرف زیادہ سے زیادہ نیچے اُترتا آتا ہے اور عشق و محبتِ الٰہی کی وہ بھٹی جو رمضان کے شروع میں سلگائی جاتی ہے زیادہ سے زیادہ دہکنے لگتی ہے۔ اسی لئے رمضان کا آخری عشرہ خاص برکات رکھتا ہے اور اسی لئے وہ اعتکاف یعنی دنیا سے وقتی اور جزوی انقطاع اور تبتّل الی اللہ کے لئے مخصوص کیا گیا ہے اور اسی لئے اس عشرہ میں لیلۃ القدر کی رات بھی رکھی گئی ہے جس کے متعلق قرآن فرماتا ہے کہ وہ اپنی برکات میں ہزار مہینوں سے بہتر ہے پس:

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونقِ اندر روضۂ ملت شود پیدا

(محررہ 13 فروری 1961ء)

(روزنامہ الفضل ربوہ 15 فروری 1961ء)

بقیہ: حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم...... از صفحہ 1

از صفحہ 1

اور اظہار بھی اسی حیثیت اور رنگ کا کرتی ہے۔ عبودیت کی مثال عورت کی سی ہوتی ہے کہ جیسے وہ حیا اور شرم کے ساتھ رہتی ہے اور جب مرد بیاہنے جاتا ہے تو وہ علانیہ جاتا ہے۔ اسی طرح پر عبودیت پردۂ خفاء میں ہوتی ہے۔ لیکن اُلوہیت جب اپنی تجلّی کرتی ہے تو پھر وہ ایک بیّن امر ہو جاتا ہے۔ اور ان تعلقات کا جو ایک سچے مومن اور عبد اور اس کے ربّ میں ہوتے ہیں خارق عادت نشانات کے ذریعہ ظہور ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا یہی راز ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ کُل انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے۔ اس لیے آپؐ کے معجزات ہی سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 211۔ ایڈیشن 1984ء)

آج کی دعا

قَالَ رَبِّ احۡکُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوۡنَ

(سورۃ الانبیاء:113)

ترجمہ: اُس (یعنی رسول) نے کہا اے میرے ربّ! تُو حق کے ساتھ فیصلہ کر۔ اور ہمارا ربّ وہ رحمان ہے جس سے مدد کی استدعا کی جاتی ہے اُس کے خلاف جو تم باتیں بناتے ہو۔

یہ قرآنِ مجید کی خدا تعالیٰ کے حضور سچے فیصلہ کی دعا ہے۔

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کو کوئی جنگ درپیش ہوتی تو اس موقع پر آپ ﷺ بالخصوص یہ دعا کرتے تھے۔

(تفسیر الدر المنثور للسیوطی)

مرسلہ: مریم رحمٰن

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقفین نو کی کلاس

عیدین کی تکبیرات کی حکمت

ایک بچی نے سوال کیا کہ نماز عیدین کی تکبیرات کی کیا حکمت ہوتی ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

’’پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ نے ہمیں کر کے دکھایا ہے ہم نے کرنا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو زیادہ سے زیادہ بیان کرو۔ اس لئے تکبیرات میں بھی اللہ اکبر بڑی کثرت سے کہتے ہیں۔ نماز عید کی پہلی رکعت میں سات دفعہ اور دوسری رکعت میں پانچ دفعہ زائد تکبیرات کہی جاتی ہیں۔سب سے بڑی وجہ تو یہی ہے کہ اس خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو اور اس کی بڑائی بیان کرو۔‘‘

صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا طریق

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ’’تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ جب سورج کو گرہن لگتا ہے اور اس کی جو دو رکعت نماز صلوٰۃ الخوف ہے۔ اس میں ہر رکعت میں دو رکوع ہوتے ہیں۔ نیت اور تکبیر تحریمہ کے بعد کھڑے ہونے کی حالت میں سورۃ فاتحہ پڑھو پھر کوئی اور سورۃ پڑھو۔ پھر رکوع میں جاؤ۔ رکوع کے بعد پھر دوبارہ کھڑے ہو اور دوبارہ سورۃ فاتحہ پڑھو اور بعد میں کوئی دوسری سورۃ پڑھو اس کے بعد پھر رکوع میں جاؤ اور پھر سَمِعَ اللّٰہُ کہہ کر کھڑے ہو اور پھر سجدہ میں جاؤ۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھو۔ ایسے حالات میں زیادہ رکوع ہونا جب سورج اور چاند گرہن لگ رہا ہو یہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے کا ایک اظہار ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اسی طریق سے ہمیں پڑھ کر یہ نمازیں سکھائی ہیں۔‘‘

(کلاس واقفات نو 9۔اکتوبر 2015ء)

مسجد کے افتتاح کے موقع پر پودا لگانے کی حکمت

ایک طفل نے سوال کیا کہ جب آپ مسجد کا افتتاح کرتے ہیں تو پودا کیوں لگاتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

’’ماحول کی خوبصورتی کے لئے پودا لگاتے ہیں کہ اسی بہانے تھوڑا سبزہ ہوجائے گا، greenery ہو جائے گی۔ پودا لگانا لوگ پسند کرتے ہیں۔ یہاں tree plantation ہوتی ہے۔تم بھی اگر اطفال الاحمدیہ وقارِعمل کرے تو پودا لگاؤ تو دیکھو اخبار والے آئیں گے اور بڑے خوش ہوں گے کہ بچے پودا لگا رہے ہیں۔ ہماری یہاں سرسبزی ہوجائے گی تو اس لئے لگاتے ہیں پودا کہ مسجد بھی بن رہی ہے، ساتھ درخت بھی لگ جائے تا کہ اللہ تعالیٰ اس پودے کی بھی پرورش کرے اور یہ بڑھتا رہے۔ اور اسی طرح مسجد کی آبادی بھی بڑھتی رہے۔‘‘

فرشتوں کی ضرورت

ایک خادم نے سوال کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ سارا کچھ کرسکتا ہے تو پھر فرشتوں کی کیا ضرورت ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک team بنائی ہوئی ہے۔ ان کے ذریعہ سے کام کرواتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی آسمان بنایا اس کے بعد بیٹھ کر نگرانی کرتا ہے۔ وہ بادشاہ ہے، وہ مالک ہے، وہ رب ہے بیٹھا ہوا ہے اور حکم دے رہا ہے کہ یہ کرو اور وہ کرو تو اس نے مختلف کاموں کے لئے مختلف فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں۔تم بھی جب افسر بن جاؤ تو کسی سیٹ پر بیٹھے ہو تو تم خود اٹھ کے جاسکتے ہو اور الماری میں سے paper نکال سکتے ہو۔ لیکن تم اپنے کسی ماتحت کو کہتے ہو کہ جاؤ اور کاغذ نکال لاؤ تمہارے teacher بعض کام خود اٹھ کر کر سکتے ہیں لیکن اپنے سٹوڈنٹ کو کہتے ہیں جاؤ فلاں چیز لے آؤ۔ وہ خدا تعالیٰ مالک ہے۔ جو مرضی چاہے کرے۔ اس لئے اس نے فرشتے رکھے ہوئے ہیں۔ وہ اسی طرح جس طرح سے نوکر ہوتے ہیں تو سمجھو وہ ہی ہیں۔

(کلاس واقفین نو 9۔اکتوبر 2015ء)

(تشحیذ الاذہان جولائی 2016ء ص14۔15)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

طاعون تیرے جھوٹ کی وجہ سے پھیلی ہے‘‘۔ (خدا تعالیٰ کے جو عذاب آرہے ہیں نعوذ باللہ۔ یہ اس لئے آرہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعوذ باللہ جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔ آج بھی یہی اُن کا حال ہے) اور پھر فرماتے ہیں ’’کہا گیا تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے...‘‘۔ (نعوذ باللہ)

فرمایا کہ ’’...خدا نے کوئی رسول نہیں بھیجا جس کے ساتھ آسمان اور زمین سے عذاب نہ بھیجا گیا ہو اس لئے کہ وہ باز آئیں‘‘...۔ پس یہ عذاب اور آفتیں جو ہیں یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائیدات میں ہیں۔ (ایضاً صفحہ 295 تا 304)

پھر فرماتے ہیں: ’’... مجھے بتاؤ کہ تمہارے بادشاہوں سے کس بادشاہ نے اس طوفان کے وقت کشتی بنائی بلکہ وہ خود بھی ڈوبنے والوں کے ساتھ ڈوب گئے اور زمانہ کی قینچی نے ان کے ناخن قلم کر ڈالے اور ان کے منہ کو گرد و غبار نے ڈھانک لیا اور زمانہ نے اُن کا پانی خشک کر دیا اور اقبال ان سے الگ ہوگیا‘‘۔ (اُن کی شان جو تھی وہ ختم ہوگئی) ’’اور انہوں نے حیلے تو کئے پر اُن سے کچھ نفع نہ پایا اور ایسے فتنے آشکار ہوئے کہ وہ اپنی کمیٹیوں اور پارلیمنٹوں کے ذریعہ اور دشمنوں کی سرحدوں پر فوجوں کی چھاؤنی ڈال دینے کے وسیلہ ان کی اصلاح نہ کرسکے۔ بسا اوقات انہوں نے ہتھیار سجائے اور بڑے بڑے لشکر بھیجے مگر نتیجہ سوائے شکست اور بڑی ذلت کے کچھ نہ ہوا...‘‘۔ (ایضاً صفحہ 305)

فرماتے ہیں ’’...اب بتاؤ اے طبیبو! تمہارے نزدیک علاج کا کیا طریق ہے؟ کیا تمہاری رائے میں یہ امراء اس بلا کو دفع کرسکتے ہیں؟ اور کیا تم امید کرتے ہو کہ یہ بادشاہ ان کانٹوں سے دین کے باغ کو پاک کرسکیں گے؟ یا تم خیال کرتے ہو کہ یہ بیماریاں اسلامی سلطنتوں اور ان کی معلوم کوشش سے اچھی ہو جائیں گی؟ نہیں نہیں یہ بات اس سے زیادہ دشوار ہے کہ تم تھوہر سے تازہ کھجوروں کی امید رکھو‘‘۔ (تھوہر کے پودے سے تازہ کھجور کی امید رکھو)۔ ’’اور ان سے کیا توقع کی جائے اور وہ تو بڑے پتھروں کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور وہ کیونکر سر اٹھائیں اور وہ ہزاروں غموں کے نیچے آئے ہوئے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان آفتوں کا دفع کرنا بادشاہوں اور امیروں کا مقدور نہیں۔ کیا کبھی اندھا اندھے کو راہ بتا سکتا ہے۔ اے دانشمندو!۔

علاوہ بریں اگرچہ یہ بادشاہ مسلمان یا مخلص ہمدرد بھی ہوں لیکن پھر بھی ان کے نفوس پاک کاملوں کے نفوس کی مانند نہیں ہیں اور مقدسوں کی طرح انہیں نور اور جذب نہیں دیا جاتا۔ اس لئے کہ نور آسمان سے اسی دل پر اترتا ہے جو فنا کی آگ سے جلایا جاتا ہے۔ پھر اُسے سچی محبت دی جاتی ہے اور رضا کے چشمہ سے اُسے غسل دیا جاتا اور بینائی اور سچائی اور صفائی کا سرمہ اس کی آنکھوں میں لگایا جاتا ہے۔ پھر اسے برگزیدگی کے لباس پہنائے جاتے ہیں اور پھر اسے بقا کا مقام بخشا جاتا ہے۔ اور جو آپ ہی اندھیرے میں بیٹھا ہو وہ اندھیرے کو کیونکر دُور کرسکتا ہے۔ اور جو آپ ہی لذات کے تختوں پر سوتا ہو وہ کسی کو کیا جگا سکتا ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے بادشاہوں کو روحانی امور سے کوئی مناسبت نہیں۔ خدا نے ان کی ساری توجہ جسمانی سیاستوں کی طرف پھیر دی ہے۔ اور کسی مصلحت سے انہیں اسلام کے پوست کی حمایت کے لئے مقرر کر رکھا ہے‘‘۔ (یعنی ظاہری حمایت کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔) ’’سیاسی اُمور ہی ان کے پیشِ نظر رہتے ہیں۔ ...... اُن کا فرض اس سے زیادہ نہیں کہ اسلام کی سرحدوں کی نگہداشت کا اچھا انتظام کریں اور ظاہر ملک کی خبرگیری کر کے دشمنوں کے پنجوں سے اسے بچائیں۔ رہے لوگوں کے باطن اور ان کا پاک کرنا میل کچیل سے۔ اور بچانا لوگوں کو شیطان سے۔ اور ان کی نگہبانی کرنا آفتوں سے دعاؤں کے ساتھ اور عقد ہمت کے ساتھ۔سو یہ معاملہ بادشاہوں کی طاقت اور ہمت سے باہر اور بالا تر ہے‘‘ (روحانیت میں انہیں کوئی دخل نہیں) اور دانشمندوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ اور بادشاہوں کو مُلک کی باگ اس لئے سپرد کی جاتی ہے کہ وہ اسلامی صورتوں کو شیاطین کی دستبرد سے بچائیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ نفوس کو پاک صاف کریں اور آنکھوں کو نورانی بنائیں‘‘۔ (ایضاً صفحہ 307 تا 309)

(خطبہ جمعہ 15/ اپریل 2011ء)

مرسلہ مبشرہ شکور لندن اہلیہ مکرم عبدالشکور صاحب (مرحوم)

میں اور میری پیاری یادیں

ہم ربوہ کے رہنے والے ہیں اور ہر سال ربوہ میں جلسہ سالانہ پر مہمانوں کی آمد آمد ہوتی تھی۔ ایک دفعہ لندن سے میری ممانی جان بھی ربوہ کے 1977ء کے جلسہ پر تشریف لائیں۔ اُن کو میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار ہی دیکھا تھا اور ساتھ میں اُن کا یہ مقصد بھی تھا کہ وہ اپنے بیٹے کے لئے دلہن ڈھونڈیں گی۔ میری ممانی نے میرے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور مجھے اپنی بہو بنانے کا سوچ لیا اور میرے والدین سے میرا رشتہ مانگا۔ یہ امر میرے والدین کے لئے بھی خوشی کا موجب تھا۔ اُن دنوں میرے ابا جان مکرم عبد الباسط شاہد صاحب افریقہ میں بطور مبلغ خدمات بجا لا رہے تھے۔ میری عمر اُس وقت صرف سولہ برس تھی اور اس طرح میری منگنی اپنے ماموں زاد سے جن کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، طے ہوگئی۔ میری والدہ صاحبہ نے اس مبارک تقریب کے لئے محترمہ چھوٹی آپا صاحبہ (مکرمہ سیدہ اُمّ متین صاحبہ) کے علاوہ چند اور خاندان مسیح موعود کی معزز خواتین کو بلایا ہوا تھا۔ اور حضرت چھوٹی آپا اُمِ متین صاحبہ نے مجھے اپنے ہاتھوں سے انگوٹی پہنا کر منگنی کی رسم ادا کی۔ یہ میری زندگی کا ایک نہایت ہی اہم اور مبارک موقع تھا۔

میرے ابو جان کے دادا جان یعنی حضرت فضل محمد ہرسیاں والے ؓصحابی حضرت مسیح موعودؑ سے احمدیت ہمارے خاندان میں آئی۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے دادا جان مکرم عبد الرحیم صاحب درویش قادیان اور میرے ابو جان مکرم عبد الباسط شاہد صاحب افریقہ میں بطور مبلغ خدمات بجا لا رہے تھے۔ ہمارے گھر میں تعلیم اور جماعت احمدیہ کی تعظیم، عزت وقار اور خدمت دین کے لئے تیار رہنے کا درس ہر وقت دیا جاتا تھا۔ میری عمر پانچ سال کی تھی جب میرے ابا جان کی تقرری افریقہ میں ہوگئی اور ہمارے لئے یہ ہی بہتر سمجھا گیا کہ ہماری رہائش ہماری دادی جان کے پاس ربوہ میں ہو۔ میں نے پہلے پرائمری اور پھر نصرت گرلز ہائی سکول اور پھر جامعہ نصرت سے تعلیم حاصل کی۔ پڑھائی کے دوران ہی میرا رشتہ اپنے ماموں زاد سے طے پا گیا۔ الحمد للہ معزز مبارک ہستیوں کے ہاتھوں منگنی کی رسم بھی ادا ہوگئی۔ اب اپنے گھر سے اور ملک سے رُخصتی کا وقت آ گیا تھا یہ اُن دنوں کی بات ہے جب ایک ملک سے دوسرے ملک جانا بہت بڑی بات تھی اور میں دوسرے ملک بہت دور جا رہی تھی۔

میری زندگی کا اہم ترین سفر شروع ہونے جا رہا تھا۔ خوف بھی تھا اور ڈر بھی تھا کہ کیسے یہ سفر شروع کروں گی۔ اس سے پہلے جہاز کا سفر نہیں کیا تھا۔ میرا رشتہ میرے چھوٹے ماموں مکرم عبد الغفور صاحب (مرحوم) کے بیٹے کے ساتھ طے ہوا تھا۔ اس لئے میرے سارے ننھال والے سسرالی بن گئے۔ ایک دن میرے بڑے ماموں جان کا کراچی سے فون آیا۔ یہ فون ربوہ میری اُمی کے ماموں جان مکرم مولوی صدیق صاحب کے گھر آیا تھا کہ بچی کو لینے کے لئے کل ربوہ پہنچ رہے ہیں اور بچی کو (یعنی مجھے) فیصل آباد سے کراچی اپنے ساتھ جہاز میں لیکر جائیں گے تا کہ جہاز میں سفر کرنے کا کچھ اندازہ ہو جائے۔ پھر چار پانچ دن کراچی میں رُکنا ہوگا۔ میری اُمی جان نے بھی مجھے سوار کروانے کراچی آنا تھا۔ میرا بھائی عزیزم آصف محمود جو کہ اُس وقت پانچ سال کا تھا، میری اُمی جان کے ساتھ ٹرین سے کراچی پہنچ گئے۔ نانا جان اور نانی اماں کے گھر خوب خوب رونق لگی رہی۔ کراچی سے ہم نے کچھ شاپنگ کی اور جو پیپر ورک ہونے والا تھا وہ بھی مکمل کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے یہ ہدایات تھیں کہ وہ واقفِ زندگی جو ملک سے باہر ہوں اور اُن کی بچیوں کی جب شادیاں ہوں تو وہ یہ محسوس نہ کریں کے وہ اکیلی ہیں۔ میں خود اُنہیں رخصت کروں گا۔ جب میری رخصتی کا وقت آیا تو میری امی جان بہت پریشان تھیں کہ حضور اُس وقت ربوہ میں موجود نہیں تھے۔ حضور کراچی میں تھے اور میں جب کراچی پہنچی تو مجھے تین چار دن کراچی میں رکنا تھا۔ اُمی جان نے خط لکھ کر حضورؒ سے ملاقات کا وقت لیا۔ اگلی صبح دس بجے کے قریب ہم ملاقات کے لئے حضورؒ کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر علم ہوا کہ حضورؒ باہر دورے پر جانے والے ہیں۔ ہم بھی ایک کمرے میں باقی عورتوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضورؒ نے اُوپر اپنی رہائش گاہ سے نیچے آنا تھا اور ملاقات کرنی تھی۔ اتنے میں اطلاع آئی کہ حضورؒ کے پاس وقت بہت کم ہے۔ باقی عورتوں سے آج ملاقات نہیں ہو سکے گی۔ صرف وہ بچی جس کی رخصتی ہے وہ یہیں رُکیں۔ کچھ خواتین چلی گئیں چند ایک حضور کے دیدار کے لئے پیچھے رُکی رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت بی بی منصورہ بیگم صاحبہ مرحومہ تشریف لائیں۔ آگے حضور تھے اور پیچھے اُن کی بیگم صاحبہ۔ سیڑھیوں سے نیچے آئے۔ حضور نے میرے بارے میں دریافت کیا۔ مَیں پاس گئی میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں اور حضرت بی بی منصورہ بیگم صاحبہ کو فرمایا کہ بچی کو سلامی دے دیں۔ اُنہوں نے اپنے بیگ سے مجھے 200 روپے سلامی نکال کر دی۔ دو نوٹ یعنی سَو سَو کے دو نوٹ تھے۔ جو ایک میں نے اور ایک عبد الشکور (مرحوم) میرے شوہر نے ہمیشہ اپنے اپنے والٹ میں رکھا۔ اللہ نے ہمیں ہمیشہ نعمتوں اور برکتوں سے نوازا۔ الحمد للہ

28 فروری 1980ء کو میں نے پاکستان کو خدا حافظ کہتے ہوئے لندن کا سفر شروع کیا۔ جہاز میں بیٹھی اور سیٹ بیلٹ لگائی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے کی کوشش کی تو دھندلائی آنکھوں سے سوائے بادلوں کے کچھ نظر نہ آیا۔ میں جو ماں اور بھائی اور اپنے پیاروں کے گلے لگ کر نہ رو سکی تھی جہاز میں بیٹھتے ہی آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ مَیں نے بھی اِن آنسوؤں کو خوب بہنے دیا۔ ماں، باپ، بہن اور بھائی تمام محبتوں کے رشتے ربوہ اور اپنا ملک چھوڑ کر ایک انجانے ملک اَن دیکھے رشتوں کے پاس جا رہی تھی۔ ساتھ ہی اپنے خدا تعالیٰ پر پورا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے آگے بھی محبتوں بھرے رشتے بنائے ہوں گے اور اپنے والدین پر بھی پورا یقین تھا کہ اُنہوں نے میرے لئے بہت اچھا سوچا ہوگا۔ اسی یقین کے ساتھ سفر شروع کیا اور جہاز کا جائزہ لیا۔ جہاز نے اُڑان بھری اور میں اپنے گھر، اپنی ماں اور بچپن کی یادوں سے دور کی دنیا میں پہنچ گئی۔

میری پیدائش ربوہ میں ہوئی جس پر مجھے ہمیشہ فخر محسوس ہوتا ہے۔ الحمد للہ۔ ابو جان کے مربی ہونے کی وجہ سے ہم کراچی، ملتان، بورے والا اور جہلم رہے۔ سکول لائف جہلم سے شروع ہوئی۔ ابو جان سائیکل پر سکول چھوڑنے جاتے۔ میں دوسری جماعت میں تھی کہ ہم ربوہ شفٹ ہو گئے اور ربوہ سکول میں داخلہ لے لیا۔ ہمارے ساتھ ہماری دادی جان بھی رہتی تھیں۔ 1968ء میں میرے ابو جان کو بطور مبلغ تنزانیہ افریقہ بھجوا دیا گیا۔ ربوہ میں ہم نے اپنی پڑھائی کے ساتھ ناصرات کے اجلاسوں میں حصہ لینا شروع کیا اور ہم اجتماعات انجوائے کرتے۔ پھر نصرت گرلز ہائی سکول اور جامعہ نصرت سے تعلیم حاصل کی۔ ناصرات سیکرٹری کی مدد کرتی۔ میری امی جان 1977ء میں حلقہ دار الرحمت وسطی 2 کی لجنہ کی صدر منتخب ہوئیں۔ اپنی اُمی جان کے ساتھ مختلف کاموں میں مدد کی۔ اُن دنوں فون کا زمانہ نہیں تھا۔ گروپ لیڈر گھر گھر پہنچ کر پیغام پہنچاتیں تھیں۔ یہ بھی اچھی طرح یاد ہے جب انڈیا پاکستان کی جنگ لگی تو فوجیوں کے لئے واسکٹ بنائی گئیں۔ اس کے لئے میری اُمی جان نے کیسے بھاگ بھاگ کر کام کئے۔ کپڑا لینا اور کٹوانا پھر سلوانا۔ اس جذبہ سے وہ یہ کام کروا رہی تھیں کہ آج بھی یہ سب میری یادوں میں ہے۔

ائیر ہوسٹس آئی اور یوں میری یادوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

الحمد للہ۔ P I A کی دس گھنٹے کی فلائیٹ سے انگلینڈ لندن ہیتھرو ائیر پورٹ پر پہنچ گئی۔ ائیر پورٹ پر بہت گہما گہمی تھی۔ سب لوگ اجنبی تھے۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کدھر کو جانا ہے۔ کونسا راستہ مجھے اپنوں سے ملائے گا۔ جہاز میں ایک دو اور لڑکیاں میرے ساتھ تھیں وہ بھی منگیتر کے طور پر شادی کے لئے پہلی بار ہی سفر کر رہی تھیں۔ مگر انگلینڈ آنے کا مقصد ہمارا ایک ہی تھا۔

ضروری کارروائی ہونے تک ہم اکٹھے رہے۔ اُس کارروائی کے بعد اُن دونوں لڑکیوں کو ایک اور لائن میں بٹھا دیا گیا اور مجھے کہا گیا کہ آپ باہر جا سکتی ہیں۔ اب میں نے Exit کا سائن فالو کرنا شروع کر دیا۔ کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کتنی دور جا کر مجھے اپنے ماموں ممانی نظر آئیں گے۔ جب ائیر پورٹ کے دروازہ سے باہر میری نظر پڑی تو سامنے میرے اپنے ماموں، ممانی، میرے شوہر اور باقی تمام رشتے دار کھڑے تھے۔ جو ایک منی بس اور دو کاروں کے قافلہ کے ساتھ تشریف لائے ہوئے تھے۔ میرا استقبال مٹھائی اور پھولوں کے ہاروں سے بہت پُر جوش طریقے سے ہوا۔ ہم تقریباً ڈیرھ دو گھنٹے میں اپنی منزل مقصود یعنی اپنے گھر پہنچے۔ میرا خیال ہے کہ رات کے آٹھ یا نَو تو بج ہی گئے ہونگے۔ زردے پلاؤ کی خوشبوؤں سے گھر مہک رہا تھا۔ مگر میں اتنی تھکی ہوئی تھی کہ کھانے کو بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔ دل تھا کہ کہیں بستر ملے اور میں تھوڑا آرام کر لوں لیکن اب یہ شادی والا گھر تھا اور خوب رونق تھی۔

نئی جگہ نئے لوگ سب کو میں پہلی بار ہی مل اور دیکھ رہی تھی (صرف میری ایک خالہ زاد بہن عزیزہ اِرشاد سلیم تھی جس کو میں پہلے سے جانتی تھی) یہاں تک کے اپنے شوہر جو کہ میرے کزن بھی تھے، پہلی بار ہی ان کا دیدار ہو رہا تھا۔ سوچیں کہ میرے دل کی کیا کیفیت ہو گی۔ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے شوہر کو پہلی بار ائیر پورٹ پر دیکھا۔ اُس کے بعد مجھے وہ اپنی رجسٹریشن پر نظر آئے۔ نکاح اور رجسٹریشن کے باوجود ہمارا پردہ رہا۔ رجسٹریشن اپریل 1980ء کو ہوئی اور شادی یعنی رُخصتی کی تقریب 5 جولائی 1980ء کو ہوئی۔

میرے ماموں جان مکرم عبد الغفور صاحب (مرحوم) ایک لمبا عرصہ یعنی 1960ء سے انگلینڈ میں مقیم تھے۔ اس لئے انہوں نے ولیمہ پر اپنے تمام دوست احباب کو شرکت کے لئے مدعو کیا اور ہمارے مہمان خصوصی حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ تھے۔ اُن دنوں اُن کی طبیعت کے متعلق سنا تھا کہ ٹھیک نہیں ہے۔ فکر تھی کہ جانے وہ تشریف لا سکیں گے کہ نہیں۔ لیکن الحمد للہ اُنہوں نے دعوت نامہ قبول کیا اور دعوت ولیمہ میں شرکت فرمائی اور بہت اچھی مفصل علمی تقریر فرمائی اور دعا کروائی۔ الحمد للہ۔

سسرال میں تو سب میرے ننھیال والوں کی ہی فیملیز تھیں۔ میرے ابو جان کی طرف سے یعنی ددھیال میں سے جنہوں نے میری شادی میں شرکت فرمائی ان میں میرے ابو جان کی پھپو جان محترمہ حلیمہ صاحبہ اور پھوپھا جان مکرم شیخ محمد حسن صاحب تھے جو 1969ء سے یہاں انگلینڈ میں مقیم تھے۔

شادی کے چند دن بعد میرے ابا جان کا خط میرے نام آیا۔ وہ ہمیشہ

مجھے بیٹا کہہ کر بلاتے تھے لیکن اس خط میں مجھے انہوں نے میشرہ بیٹی کہہ کر مخاطب کیا اور بتایا کہ بیٹی کہہ کر میں تمہیں تمہاری آنے والی نئی زندگی کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

میں نے اپنے ابو جان کے خط کا ذکر کیا ہے کہ اُنہوں نے میری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی تو سوچا کہ تھوڑا ذکر کر دوں کہ جب میں انگلینڈ آئی تو یہاں سسرال میں میرے ماموں جان اپنے علاقہ لیمنگٹن سپا کے صدر تھے۔ یہاں 1979ء میں جماعت کا قیام ہوا تھا۔ میں آئی تو اداس بھی تھی اور کوئی خاص کام بھی نہیں تھا تو میں نے جماعتی کاموں میں حصہ لینے کا پروگرام بنایا۔ میرے ماموں جان نے مجھے نیشنل صدر صاحبہ سے رابطہ کرنے کو کہا۔ اُس وقت ہماری نیشنل صدر محترمہ مسز ڈاکٹر عبدالسلام صاحبہ تھیں۔ اُنہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور 100 میل کا سفر طے کر کے وہ عاملہ کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لائیں اور لیمنگٹن و کاونٹری میں لجنہ کے قیام کا افتتاح فرمایا۔ یہاں سے میری دینی خدمات کا آغاز ہوا۔ الحمد للہ

بحیثیت صدر لجنہ اماءاللہ لیمنگٹن سپا کاونٹری چھ سال، پھر نائب صدر چھ سال، جنرل سیکرٹری سولہ سال خدمت کی۔ اس وقت باقی سیکرٹری کا کام خود ہی سنبھالا۔ 2005ء میں پہلی بار مکرم حافظ فضل ربی صاحب کی تعلیم القران کلاس جو بیت الفتوح میں اٹینڈ کرنے کا موقعہ ملا۔ 100 میں میل کے فاصلہ سے تین ویک اینڈ پر لندن آتی رہی۔ الحمد للہ حافظ صاحب کے پڑھانے کا طریقہ بہت خوبصورت ہے۔ اُن کی بتائی ہوئی ہر بات آج بھی یاد ہے۔ آج بھی حافظ صاحب کی ٹیم کے ساتھ وابستہ ہوں اور پڑھانے کا کام کر رہی ہوں الحمد للہ۔

میرے شوہر مکرم عبدالشکور صاحب مرحوم ایک بہت ہی نیک دیندار اور محبت کرنے والے شوہر ثابت ہوئے۔ جہاں وہ اپنی فیملی لائف کو بہت اہمیت دیتے وہیں وہ جماعت احمدیہ کے بھی ایک سرگرم رُکن تھے (میرے سسر ماموں جان بھی لیمنگٹن سپا کاونٹری کے پہلے صدر منتخب ہوئے اور 26 سال تک صدر کے عہدہ پر فائز رہے) گھر کا ماحول خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت دینی تھا۔ میرے شوہر خدام الاحمدیہ کے قائد اور مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف آرکیٹیکٹ و انجینئرز (IAAAE) کا پہلا چیئرمین مقرر فرمایا۔ ہم ایک ایسے شہر میں مقیم تھے جہاں انگلش لوگ زیادہ تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ غیر اسلامی لوگوں کے لئے بڑے پیمانے پر عید ملن پارٹیز کا اہتمام کرتے جس میں زیادہ تر انگلش لوگ ہی شامل ہوتے اور خوشی کا اظہار کرتے۔ آپ ایک الیکٹرانک ٹیلی کمیونیکیشن انجینئر تھے اور تعلیم کے شعبہ سے منسلک رہے۔ جہاں آپ نے اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلوائی وہاں اپنے سٹوڈنٹس کو بھی اچھی تعلیم حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ میرے بچوں نے بھی اپنے باپ کی خواہش کا احترام کیا۔ بڑا بیٹا ماشاءاللہ فارمسسٹ بنا اور بڑی بیٹی ڈاکٹر بنی۔ دوسرے نمبر کے بیٹے نے وکالت کی ڈگری حاصل کی جبکہ سب سے چھوٹی بیٹی نے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹیچنگ میں ڈگری حاصل کی الحمد للہ۔ خدا کے فضل وکرم سے اب سب بچے شادی شدہ ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے میری اس وقت تین نواسیاں اور دو پوتے اور دو پوتیاں ہیں الحمد للہ۔

میرے شوہر اپنوں اور غیروں میں ہر دلعزیز تھے۔ جو ایک بار آپ سے مل لیتا تھا وہ آپ کو کبھی نہیں بھولتا تھا۔ اسی طرح آپ اپنے شاگردوں میں بہت مقبول تھے۔ آپ اُن کے مشکل سے مشکل سوالوں کے جوابات آسانی سے دے دیتے تھے۔ گھر میں اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد اپنی والدہ اور بہن بھائیوں کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ مشکلوں سے کبھی نہیں گھبراتے تھے۔ یہ بات صرف فیملی کی ہی نہیں بلکہ سب دوست، رشتہ دار اور جاننے والے ان سے اپنے ضروری امور کیلئے صلاح مشورہ لیتے۔ عمر میں زیادہ بڑے نہیں تھے مگر سب اِن کو صاحب الرائے سمجھتے اور اِن سے مشورہ لیتے تھے۔

آپ کو اپنی لوکل Community میں 20 سال مجسٹریٹ کے فرائض انجام دینے کی توفیق ملی۔ آپ کی وفات کے بعد لارڈ چانسلر نے مجھے میرے میاں کی وفات پر اظہار افسوس کا خط لکھا اور مکرم عبدالشکور صاحب کی سروسز کو سراہا اور بتایا کہ مکرم عبدالشکور صاحب چیلٹنھم کے پہلے اور اکیلے ایشیائی مجسٹریٹ تھے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی چلڈرن کلاسز کے لئے اپنے چاروں بچوں کو ہر ہفتہ کے دن کلاس میں شامل ہونے کے لئے لے کر جاتے۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا کیونکہ ہمارے گھر سے مسجد فضل کا فاصلہ 100 میل تھا۔ کلاس اور نماز کے بعد پھر 100 میل واپسی کا ہوتا۔ ایک طرف کا راستہ دو سے تین گھنٹے یا کبھی ٹریفک کی وجہ سے زیادہ بھی ہو جاتا۔

خلافت سے بے پناہ محبت تھی۔ اسکی ایک مثال یہ ہے کہ صد سالہ خلافت جوبلی ڈے منانے کے لئے ایک مختلف جگہ پر سب نے اکٹھے ہونا تھا فیملی کے لئے سب ارینج منٹ ہو چکے تھے۔ مگر اُس دن مکرم عبدالشکور صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور کوئی بھی وہاں نہ جاسکا البتہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سب نے گھر بیٹھ کر ہی پروگرام دیکھا۔ سب نے حضور کا خطاب سُنا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ عہد کے لئے سب کھڑے ہو جائیں تو بچوں کو کہا مجھے سہارا دے کر کھڑا کریں۔ اس طرح اُنہوں نے پورا عہد سہارے کے ذریعہ کھڑے ہو کر دہرایا۔

خلافت سے محبت کی ایک اور مثال یوں ہے کہ ہمارے دو بچے وقفِ نَو کی تحریک کے بعد پیدا ہوئے۔ دونوں اللہ کے فضل سے اس بابرکت سکیم میں شامل ہیں۔ بیٹا جس کی پیدائش تحریک کے سات ماہ بعد ہوئی۔ بیٹی اس سے تین سال چھوٹی ہے۔ مجھے اور بڑے بچوں کو سمجھایا کہ وقفِ نَو بچوں کا خود دھیان رکھیں۔ جماعت پر کسی قسم کا بوجھ نہیں ڈالنا۔

آپ ایک ہر دلعزیز انسان تھے۔ مہربان، شفیق، رحم دل، مہمان نواز اور خوش اخلاق۔ سیر و تفریح کو پسند کرتے۔ بچوں کے اچھے شوق کو پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ اپنا ہر کام اور گھر کے تمام کام خود ہی کر لیتے تھے۔ ایسے وفا شعار خاوند کی بیوی ہونا میرے لئے باعث فخر ہے۔ گو میری زندگی کا بہت کم عرصہ جو کہ 28 سال ہے، اُن کے ساتھ گزرا ہے لیکن جتنا وقت بھی میرا میرے شوہر کے ساتھ گزرا وہ ایک یادگار اور نہ بھولنے والا خوشیوں سے بھرپور تھا۔ الحمد للہ

آپ میری خوشیوں کو پورا کرنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے۔ مجھے اور میرے بڑے بیٹے کو 2005ء میں قادیان کا جلسہ اٹینڈ کرنے کے لئے بھیجا اور مجھے تسلی دلائی کہ آپ اس بابرکت جلسہ میں شامل ہوں جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تشریف لے جا رہے ہیں۔ گھر کا اور بچوں کا فکر نہ کرنا۔ میں انشاء اللہ دھیان کرلوں گا۔ اس طرح میری زندگی میں قادیان کا یہ تیسرا بابرکت سفر تھا۔

ہم دونوں کی ہمیشہ یہ دلی خواہش تھی کہ ہم انشاء اللہ اکٹھے مل کر حج کیلئے جائیں گے۔۔۔۔ مگر یہ ہو نہ سکا۔۔۔ یہ خواہش اُن کی زندگی میں تو پوری نہ ہوسکی البتہ 2016ء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضلوں سے میرا حج پر جانے کا غیب سے انتظام کیا۔ باوجود راستہ کی مشکلات کے اللہ تعالیٰ نے ہر ہر قدم پر آسانیاں پیدا فرمائیں۔ ایسے مجھے حج پر جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے شوہر مکرم عبدالشکور صاحب (مرحوم) کے نام کا عمرہ کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ باقی سب کیلئے بھی جی بھر کے دعائیں کرنے کا موقع ملا۔ الحمد للہ

مارچ 2008ء میں آپ کو کینسر کی بیماری کی تشخیص ہوئی۔ باوجود اپنی تکلیف دہ بیماری کے خلیفۂ وقت کو خود اپنی بیماری کی اطلاع دیتے رہے۔ حضور اقدس بھی گاہے بگاہے آپ کا حال دریافت فرماتے۔ ایک بار جب حضور گھانا کے دورے پر گئے ہوئے تھے تو وہاں سے پیغام ملا کہ حضور آپ کا حال پوچھ رہے ہیں۔ آپ صرف چھ ماہ بیمار رہے۔

آخر وہ دن آ گیا جو ہماری جدائی کا دن تھا اور میرے شوہر کا اپنے پیارے پیدا کرنے والے خدا کے پاس جانے کا دن تھا۔ 20 اکتوبر 2008ء کو وفات ہوئی اور 23 اکتوبر 2008ء کو از راہِ شفقت پیارے آقا نے مسجد فضل میں نماز جنازہ پڑھائی۔ اُس وقت اُن کی عمر 48 سال تھی۔ جہاں ہماری جماعت کے کثیر احباب نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی وہاں ہماری لوکل جماعت کے علاوہ آپ کے ساتھ کام کرنے والے ساتھیوں اور شاگردوں نے بھی شرکت فرمائی۔ منی بس کروا کے چیلٹنھم سے لندن تک سب آئے۔ مسجد فضل جنازے کے بعد تدفین تک کے سب مراحل میں ساتھ ساتھ رہے۔

آپ اپنے کام پر اکیلے ہی مسلم اور ایشین ٹیچر تھے۔ مکرم عبدالشکور صاحب کو فٹ بال کی گیم بہت پسند تھی۔ ویسے آپ بیڈمنٹن اور رسکاش بھی پسند کرتے تھے۔ آپ نے اپنے کالج میں فٹ بال ٹورنامنٹ شروع کروا دیا۔ اس ٹورنامنٹ کا نام اور ٹرافی کا نام عبدالشکور کے نام کے ساتھ جاری کیا گیا۔ پہلی ایوارڈ سرمنی کیلئے کالج والوں نے مجھے اور میری فیملی کو باقاعدہ انویٹیشن دیا۔

اس تقریب کے مہمان خصوصی Sir Geoff Hurst تھے جو کہ انگلینڈ کے مشہور ورلڈ کپ ونر ہیں (1966ء میں سرجیف نے انگلینڈ کیلئے آخری winning goal سکور کیا تھا) آپ کے سکول کی انتظامیہ نے مین گیٹ پر آپ کے نام کا چشمہ لگوایا اور آپ کے نام کی تختی لگائی۔ آپ کے نام سے اچھے سٹوڈنٹ کو ہر سال ایوارڈ دینے کا سلسلہ شروع کیا گیا جو آج بھی صدقہ جاریہ کے طور پر جاری ہے۔ الحمد للہ۔

ایسا انسان جس میں نہیں تھی
جس نے وابستہ رکھی تھی مجھ سے وفا
ذات میری کو جس کا تحفظ
تھا میرا ہمسفر یہ تسلی تو تھی!

زندگی رُکتی نہیں ہے۔ الحمد للہ اپنے وفادار اور نیک دل شوہر کے ساتھ گزارے ہوئے دنوں کی یادوں کے سہارے بہت اچھا وقت گزر رہا ہے۔ یاد تو کب ہے جب نہیں آتی مگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر دن گزریں تو بہت اچھا ہے۔ دعا کرتی ہوں کہ اے اللہ تعالیٰ! اس غم کی حالت میں کوئی ایسا ناشکری کا کلمہ منہ سے نہ نکلے اور ہم تیری رضا اور تیرے ہر حکم پر سجدہ بجالانے والے بنیں آمین۔ اے اللہ! تو ہمیں اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لینا اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمانا۔ اور میرے زندگی کے ساتھی مکرم عبدالشکور صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمانا۔ آمین ثم آمین۔

منور علی شاہد (جرمنی)

اٹلی کا پیسا مینار اور نامور سائنس دان گلیلیو

صدیوں پہلے کی بات ہے کہ اس دور کا مشہور سائنس دان ماہر فلکیات، فلاسفر گلیلیو اپنے شہر کے مشہور ''پیسا ٹاور'' کے پاس کھڑا تھا اور اس کے کچھ شاگرد بھی اس کے ساتھ تھے ۔ اپنے شاگردوں کو دو پتھر پکڑائے ایک وزنی تھا اور دوسرا ہلکا اور کم وزنی تھا، شاگردوں کو پتھر پکڑاتے ہوئے پوچھا کہ اگر ان دونوں کو ایک ساتھ اوپر سے نیچے گرائیں تو پہلے کونسا زمین پر گرے گا؟ عام خیال کی طرح شاگردوں نے بھی یہی سوچا کہ جو وزنی ہے وہ پہلے گرے گا اور یہی بات انہوں نے اپنے استاد سے کہہ دی۔ اس پر گلیلیو نے انہیں تجربہ کرنے کو کہا جس پر شاگردوں کو سخت حیرانی ہوئی، کیونکہ وہ صدیوں سے یہی سنتے، پڑھتے آئے ہیں کہ بھاری چیزیں پہلے زمین پر گرتی ہیں۔ بہرحال انہوں نے استاد کے کہنے پر تجربہ کیا اور ان کو اس وقت شدید حیرت کا جھٹکا لگا جب انہوں نے دونوں پتھروں کو ایک ساتھ زمین پر گرتے دیکھا۔ اس تجربہ کے بعد گلیلیو نے یہ ثابت کر دیا کہ ہوا کے اثر کو کم یا ختم کر دینے سے تمام اشیاء یکساں رفتار سے زمین پر گرتی ہیں ، خواہ وہ وزن میں کم ہوں یا زیادہ ۔ اور یوں اس نے کئی صدیوں پرانے ارسطو کے نظریہ کو غلط ثابت کر دیا تھا کہ بھاری اشیا پہلے گرتی ہیں اور ہلکی اشیا بعد میں۔ گلیلیو کے اس نظریے کی

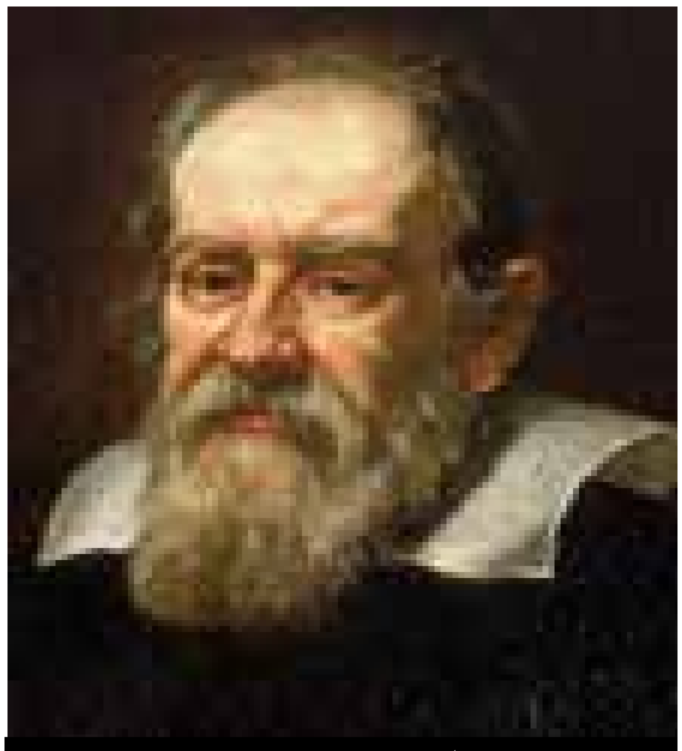

گلیلیو سائنس دان

تصدیق ناسا کے خلابازوں نے اپالو 15 مشن کے دوران چاند پر پرندے کا پر اور ہتھوڑی ایک ساتھ گرایا تو ثابت ہوا تھا کہ گلیلیو کا نظریہ درست ہے۔ گلیلیو کے اس تاریخی سائنسی تجربہ نے پیسا ٹاور (مینار) کی اہمیت کو اور بڑھا دیا تھا ۔

گلیلیو (Galileo) کو جدید طبعیات (فزکس) کا باپ کہا جاتا ہے۔ یہ دوربین کا بھی موجد ہے۔ اس نے اشیاء کی حرکات،

پیسا ٹاور

دوربین اور فلکیات کے بارے میں انتہائی قیمتی معلومات دنیا کو فراہم کیں جن پر بعد میں آنے والی سائنس نے گراں قدر ترقی کی۔ اس نے جنوری 1642ء میں وفات پائی تھی۔ اس سائنسدان کا پورا نام گلیلیو گلیلی تھا۔ یہ 15 فروری 1564ء کو اٹلی کے شہر پیسا میں پیدا ہوا تھا۔ بنیادی طور پر وہ سائنس دان تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ فلسفہ، میتھمیٹکس اور فزکس میں بھی اس نے شہرت پائی ۔ پیسا کی ایک یونیورسٹی میں داخلہ لیا بعد میں اسی یونیورسٹی میں پڑھاتا رہا اور نت نئے تجربات و تحقیق کا کام بھی جاری رکھا۔ گلیلیو نے اپنے شہر کے مشہور ''پیسا مینار'' سے مختلف تجربات کئے اور ارسطو کے صدیوں پرانے نظریات کو غلط ثابت کیا اور پیسا کے مینار سے اس نے ہلکے اور بھاری اجسام گرا کر تجربات کئے اور ثابت کیا کہ اجسام خواہ وزنی ہوں یا ہلکے، زمین پر ایک ہی رفتار سے گرتے ہیں اگرچہ ان کی رفتار پر ہوا کی رگڑ ضرور اثر کرتی ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے۔

پیسا مینار Leaning Tower of Pisa ایک کیتھیڈرل چرچ آف پیسا کا حصہ ہے جو اٹلی کے شہر پیسا میں واقع ہے ۔ اس مینار کی وجہ شہرت اس کا ایک طرف کا جھکاؤ ہے، جس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ گر رہا ہے۔ چرچ کا حصہ ہونے کی وجہ سے اس کو Romanesque طرز پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس ٹاور اور چرچ کی تاریخ کا پس منظر بھی تاریخی ہے۔ 1172ء میں سسلی نے جنگ میں فتح کی خوشی میں ایک چرچ، گرجا گھر اور ایک ٹاور تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا، اس وقت پیسا میں جمہوریت تھی۔ سلطنت روما کے زوال کے بعد اٹلی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ کر رہ گیا تھا۔ انہی ریاستوں میں جنوب میں واقع ایک پیسا نامی ریاست بھی تھی، یہ ایک شہری ریاست تھی جو ساحل کے ساتھ آباد تھی اور سسلی کا جزیرہ اس سے کچھ ہی دور واقع تھا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اٹلی کے امراء کو میناروں کی تعمیر کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی اٹلی میں سینکڑوں کی تعداد میں مینار نظر آتے ہیں ۔ مینار کی تعمیر سے پہلے پورے کتھیڈرل چرچ کی تعمیر سفید اور ہلکے سبز رنگ کے سنگ مرمر سے کی گئی تھی۔ اس کی اندرونی دیواریں اور بنیادیں گرینائٹ سے بنائی گئی تھیں جو دنیا کا مظبوط ترین پتھر مانا جاتا ہے۔ اس پتھر کی تعمیر سے عمارت صدیوں سال تک محفوظ رہتی ہے

پیسا مینار کی تعمیر اگست 1173 میں شروع ہوئی تھی اور 1350 میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی ایک طرف جھکے مینار کی کل آٹھ منزلیں ہیں۔

پہلی منزل بیس فٹ بلند ہے، اس کے بعد ہر منزل چودہ فٹ بلندی پر ہے اور گھنٹہ گھر والی آخری منزل بیس فٹ کی بلندی پر ہے۔

مینار جھکی ہوئی جانب سے 183.27 فٹ (55.86 میٹر) بلند جبکہ بلند جانب 186.02فٹ (56.70 میٹر) اونچائی ہے ۔ اس کی تعمیر کے وقت کی گھنٹیاں ابھی بھی موجود ہیں لیکن وہ بجائی نہیں جاتیں ۔ اس ٹاور کی تعمیر مختلف مسائل کا شکار رہی تھی اور یوں اس کی مکمل تعمیر کو دو صدیاں لگ گئیں لیکن تعمیر ہونے کے بعد یہ دنیا کے عجائبات میں شامل ہو گیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ آج بھی دنیا کے پہلے دس مشہور ترین میناروں میں اس کا نمبر پہلا ہے اور ایفل ٹاور اس کے بعد آتا ہے۔ پہلی بار تعمیر میں رکاوٹ اس وقت پیدا ہوئی جب اس کی تین منزلیں تعمیر ہو چکی تھیں اور عملے کو محسوس ہوا کہ مینار ایک طرف زمین کو دھنستا محسوس ہو رہا ہے اور پہلی بار اس کی تعمیر روک دی گئی جو 100سال تک رکی رہی تھی، اس کی جب وجوہات کا پتہ چلایا گیا تو علم ہوا کہ اس کے منظور شدہ ڈیزائن میں تعمیراتی بنیادی اصولوں کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ بلند مینار کی تعمیر کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ جس جگہ یہ تعمیر کئے جائیں وہاں کی زمین سخت اور پتھریلی ہو، اور بنیاد اتنی چوڑی ہو کہ پوری عمارت کا بوجھ سنبھال سکے، اور یہ دونوں باتیں اس مینار کی تعمیر میں نظر انداز کر دی گئی تھیں۔ اسی لئے ایک سو سال کا وقفہ ڈالا گیا کہ اس دوران زمین سخت اور پتھریلی ہو جائے۔ 1275ء میں اس کے جھکاؤ کو ختم کرنے کی پہلی کوشش کی گئی نیز از سر نو تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا۔ یوں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی منزلوں کی تعمیر جاری رہی۔ 1301ء تک اس کی 6 منزلیں تعمیر ہو چکی تھیں اور بالآخر 1350ء میں 8 منزل کے ساتھ ہی اس ٹاور کی تعمیر مکمل ہوئی یوں جو تعمیر کا سفر 1173ء میں شروع ہوا تھا، اس کا اختتام 1350ء میں ہوا۔ شاید یہ دنیا کا واحد ٹاور ہوگا جو تقریباً دو صدیوں کے دوران مکمل ہوا۔ ساڑھے سات سو سال گزر جانے کے باوجود اس کے جھکاؤ کو ختم نہیں کیا جا سکا اور یہی

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

جھکاؤ اس کی مشہوری اور دنیا کی توجہ کا باعث بنا ہوا ہے۔حکومتی اور عالمی اداروں کے مطابق یہ مینار اب تک اپنی اصل جگہ سے چھ میٹر تک جھک چکا ہے اور اس کا یہ جھکاؤ ہر سال 0.25 انچ یعنی ایک ملی میٹر کی رفتار سے مسلسل جاری ہے ۔ ماہرین کے مطابق ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب یہ بالآخر گر جائے گا۔لیکن اس دن کے بارے میں نہیں بتایا جاسکتا کہ کب آئے گا۔بعض خطرات کی وجہ سے گیارہ سال بند رکھنے کے بعد 2001ء میں اس کو دوبارہ عوام کے لئے کھول دیا گیا تھا۔ ماضی میں بھی تعمیرات کے ماہرین نے اس مینار کے جھکاؤ کو دور کرنے اور روکنے کی منصوبہ بندی کی لیکن سب کچھ دھرے کا دھرارہ گیا تھا۔صدیوں میں آنے والے زلزلوں اور جنگوں میں بھی یہ پیسا مینار حیرت انگیز طور پر محفوظ رہا، جنگ عظیم دوم میں اٹلی پر بموں کی بارش کے باوجود یہ مینار محفوظ رہا۔اب اٹلی کے لوگوں کی اس مینار سے عقیدت انتہا کی ہو چکی ہے اور وہ اس کی حفاظت کو اپنا قومی فریضہ سمجھتے ہیں۔موجودہ ماہرین کے مطابق اس کی جدید ترین طریقوں سے اس طرح دیکھ بھال کی گئی ہے کہ اس کو اگلے 300 سال تک کے لئے مزید محفوظ کر کے گرنے سے بچا لیا گیا ہے۔

ٹاور کا بالائی حصہ

رمضان میں بیوت الذکر میں آنے والوں کو سینے سے لگائیں

عبادت کے بغیر زندگی بے حقیقت ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اپنی اگلی نسلوں کی تربیت کی کوشش کریں ان کو بار بار یہ بتائیں کہ عبادت کے بغیر تمہاری زندگی بالکل بے معنی اور بے حقیقت بلکہ باطل ہے۔ ایک ایسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کے ہاں کسی شمار میں نہیں آئے گی اس لئے جانوروں کی طرح یہیں مرمٹی ہو جاؤ گے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ جانور مر کر نجات پا جاتے ہیں، تم مرنے کے بعد جزا سزا کے میدان میں حاضر کئے جاؤ گے۔ پس یہ شعور ہے جسے ہمیں اگلی نسلوں میں پیدا کرنا ہے اور رمضان المبارک میں ایک بہت اچھا موقع ہے کیونکہ فضا سازگار ہو جاتی ہے۔

بیوت الذکر میں آنے والوں کو سینے سے لگائیں

رمضان ایک ایسا مہینہ ہے جس میں ایسے چہرے بھی دکھائی دیتے ہیں (بیوت الذکر) میں جو پہلے کبھی دکھائی نہیں دیتے اور ان کو دیکھ کر دل میں کسی حکم کی تحقیر کے جذبے پیدا ہوتے۔کیونکہ اگر کوئی انسان ان چہروں کو دیکھے اور تحقیر کی نظر سے کہ اب آ گیا ہے رمضان میں، پہلے کہاں تھا تو میرا یہ ایمان ہے کہ ایسی نظر سے دیکھنے والے کی اپنی عبادتیں بھی سب باطل ہو جائیں گی اور ضائع ہو جائیں گی۔ کیونکہ اللہ کے دربار میں اگر کوئی حاضر ہوتا ہے، ایک دفعہ بھی حاضر ہوتا ہے اگر آپ کو اللہ سے محبت ہے تو پیار کی نظر ڈالنی چاہئے اس پر اور کوشش کرنی چاہئے کہ اس کو اور قریب کریں اور اس کو بتائیں کہ الحمد للہ تمہیں دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوتی ہے۔تم اٹھے، تکلیف کی ہے، پہلے عادت نہیں تھی اب آ گئے ہو۔ بسم اللہ جی آیاں نوں کہو اس کو اور اس کو پیار کے ساتھ سینے سے لگائیں تا کہ آپ کے ذریعے سے اور آپ کے اخلاص کے اظہار کے ذریعے سے وہ ہمیشہ کے لئے خدا کا ہو جائے۔

یہ وہ طریق ہے جس سے آپ اپنے گھر میں اپنے بچوں کی بہت عمدہ تربیت کر سکتے ہیں۔ جب وہ صبح اٹھتے ہیں تو ان کو پیار اور محبت کی نظر سے دیکھیں، ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ ان کو بتائیں کہ تم جو اٹھے ہو تو خدا کی خاطر اٹھے ہو اور ان سے یہ گفتگو کیا کریں کہ بتاؤ آج نماز میں تم نے کیا کیا۔ کیا اللہ سے باتیں کیں۔ کیا دعائیں کیں اور اس طریق پر ان کے دل میں بچپن ہی سے خدا تعالیٰ کی محبت کے بیج مضبوطی سے گاڑے جائیں گے یعنی جڑیں ان کی مضبوط ہوں گی۔ ان میں وہ تمام صلاحیتں جو خدا کی محبت کے بیج میں ہوا کرتی ہیں وہ نشوونما پا کر کونپلیں نکالیں گی۔ پس رمضان اس پہلو سے کاشتکاری کا مہینہ ہے۔آپ نے بچوں کے دلوں میں خدا کی محبت کے بیج بونے ہیں۔ اس طریق پر ان کی آبیاری کرنی ہے یعنی روزمرہ ان کو نیک باتیں بتا بتا کر ان بیجوں سے بڑی سرسبز خوشنما کونپلیں پھوٹیں اور رفتہ رفتہ وہ بچے ایک شجرہ طیبہ کی صورت اختیار کر جائیں جس کی جڑیں تو زمین میں پیوستہ ہوتی ہیں مگر شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔

تو رمضان المبارک کو روزوں کے لحاظ سے جیسے گزارنا ہے وہ تو عام طور پر یہ سب جانتے ہی ہیں مگر میں اُن فائدوں پر نگاہ رکھ رہا ہوں جو رمضان میں خاص طور پر ہجوم کر کے آ جاتے ہیں اور اس وقت آپ اس ہجوم سے استفادہ کریں اور زیادہ سے زیادہ برکتیں لوٹ لیں۔ یہ مقصد ہے اس نصیحت کا جس کے لئے میں آج آپ کو متوجہ کر رہا ہوں۔بعض لوگ جانتے ہیں کنکوے اڑائے جاتے ہیں مگر بسنت میں جو کنکووں کے اڑنے کا عالم ہے وہ چیز ہی اور ہو جاتی ہے۔ پس خدا کی یادوں کے لئے یہ مہینہ بسنت بن گیا ہے اور بار بار ذکر الٰہی کے جو گیت ہیں وہ گھر گھر سے بلند ہوتے ہیں۔مختلف وقتوں میں اٹھتے ہیں، صبح شام تلاوت کی آوازیں آتی ہیں اور طرح طرح سے انسان اللہ کی یاد کو زندہ اور تازہ اور دائم کرنے کی کوشش کرتا ہے تا کہ جو یاد آئے وہ پھر ہاتھ سے نکل نہ جائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 جنوری 1998ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل)

طلوع وغروب آفتاب

27 اپریل 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:32	18:44
مدینہ منورہ	04:27	18:49
قادیان	04:19	19:06
ربوہ	03:59	18:46
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:14	20:19